مسلمانوں پر جدید مغربی تہذیب کے اثرات کا تحقیقی جائزہ

(مولانا ابو الحسن علی حسنی ندوی کے افکار کی روشنی میں)

Analytical Study of Influences of Western Civilization upon Muslims

*حافظ اعجاز علی

**ڈاکٹر فاروق حسن

Abstract

Western civilization has indeed a great influence over the Muslim world. It is a fact that all Muslims should lead their lives according to an Islamic way but unfortunately Muslims consider adopting Western civilization as a key to success, however, this Western influence over the Muslim societies has been brought upon with the help of Western media which is also bound to target Muslims on the other hand and usually portrays a negative image of Muslims. With the help of different social media applications, programs, etc. obscenity and vulgarity have been shown by the Westerners which are clearly forbidden in Islam. So, in today's world Muslim families are on the verge of social and cultural destruction and they need to know that how they can protect them and their future generations? To answer this vital

* پی-ایچ-ڈی اسکالر ، شعبہ علوم اسلامی، وفاقی اردو یونیورسٹی، عبدالحق کیمپس، کراچی۔

** ایسوشی ایٹ پروفیسر، ہیومینٹیز ڈیپارٹمنٹ، این۔ای۔ڈی یونیورسٹی، کراچی۔

question, Mawlānā Abū al-Hassan ‘Alī Nadwī’s philosophy, efforts and writings can act as sources of guidance and instruction for the Muslim world as to how Muslims can protect themselves from the wrongful Western influence and the menace the Western media is portraying against Muslims. He had a great concern regarding the Western influence over the Muslim world. In this article, Mawlānā Nadwī’s efforts regarding countering Western influence on the Muslim world are highlighted in detail.

Keywords: Western civilization, Influences, Islamic Civilization, Education, Media, Abū al-Hassan ‘Alī Nadwī.

مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی کا شمار عرب وعجم کے نامور علمائے دین میں ہوتا ہے جنہوں نے دین اسلام کی سر بلندی، اشاعت و ترویج اور مسلمانوں میں دینی حمیت اجاگر کرنے کے لیے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔آپ کی پیدائش لکھنؤ کے ایک علمی اور مذہبی گھرانے میں ہوئی۔آپ کے والد محترم حکیم مولانا سید عبدالحی لکھنوی اپنے مطب میں لوگوں کے علاج معالجہ کے ساتھ ساتھ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تصنیف و تالیف کے کاموں میں مشغول رہتے۔ان کی مرتب کردہ کتاب "الثقافة الاسلامية فی الهند"دمشق سے شائع ہوئی جس نے اطراف عالم میں شہرت حاصل کی۔اسی طرح ان کی ایک اور کتاب ”نزهة الخواطر“بھی عرب و عجم میں بہت مقبول ہوئی۔

اس علمی اور مذہبی ماحول میں تعلیم و تربیت نے مولانا کی شخصیت میں ایک نکھار پیدا کر دیا اور انہوں نے درس و تدریس کے علاوہ وعظ و نصیحت اور تصنیف و تالیف میں بھی کمال حاصل کرلیا۔ حضرت مولانا کی امتیازی اور عبقری شخصیت کے پہلو کئی تھے، علمی رسوخ اور دین پر عمل کے ساتھ ساتھ اسلام کے غلبے کی فکر اور اس کے لیے جہد مسلسل اور تکبیر مسلسل نے انہیں معاصرین میں ممتاز کر دیا تھا۔انہوں نے اپنے عہد کے مسائل اور امت مسلمہ کو درپیش خطرات کو اچھی طرح سمجھا تھا اور اس کے لحاظ سے ملک و قوم کی اہم رہنمائی انجام دی تھی۔مولانا نے مسلم ممالک کے حالات کا جائزہ لے کر

معاشرے کی تلخ تصویر پیش کی۔اسلام کی عظمت اور برتری ثابت کی، حوصلہ مندی اور خود اعتمادی کا درس دیا۔ حکمت و موعظت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا، وہ جدید معلومات اور ترقیات کے مخالف نہیں تھے بلکہ اسلامی اصول و اقدار کے تحت رد و قبول کا مشورہ دیتے تھے۔مغربی تہذیب، مغربی علوم اور اس کے فلسفوں پر گہری اور ناقدانہ نظر رکھتے تھے۔انہوں نے مغربی افکار و نظریات کا ایک عالم دین اور مفکر اسلام کی حیثیت سے جائزہ لیا، مغربی تہذیب کی کمزوریوں کو بے نقاب کیا ایک مقام پر اہل مغرب کے اخلاق کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"یورپ کے اخلاق میں توازن نہیں، ان کی مثال وہی ہے کہ گڑ کھائیں اور گلگلوں سے پرہیز، افراد کے چھوٹے چھوٹے معاملوں میں وہ بڑی ایمانداری سے کام لیتے ہیں،لیکن جب اپنی قوم کی مصلحت کا تقاضہ ہوتا ہے تو ایسے ایماندار افراد قوموں کو نگل جاتے ہیں۔انفرادی زندگی میں ان کا حال یہ ہے کہ اگر نو بج کر بارہ منٹ پر آنے کا وعدہ کریں تو ٹھیک اسی وقت پہنچیں، لیکن قومی معاملات میں دوسری قوموں کو دھوکا دینے میں انہیں ذرا تاَمل نہیں!" (۱)

مغربی تہذیب کی ایک اور بہت بڑی کمزوری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"یورپ کی آج سب سے بڑی کمزوری اور بے بسی یہ ہے کہ اس کے پاس وسائل اور ذرائع کا خزانہ موجود ہے لیکن نیک خواہشات اور نیک ارادوں کا فقدان ہے، وہ ایک طرف وسائل اور ذرائع میں قارون ہے ، دوسری طرف نیک مقاصد میں محض مفلس اور قلاش !اس نے کائنات کے راز منکشف کیے اور طبعی طاقتوں کو اپنا غلام بنایا، اس نے سمندروں اور فضاؤں پر فرماں روائی حاصل کی لیکن وہ اپنی خواہشات اور نفس پر قابو نہ حاصل کر سکا، اس نے کائنات کے عقدے حل کیے لیکن اپنی زندگی کی پہیلی نہ بوجھ سکا، اس نے منتشر اجزاء اور طبعی طاقتوں میں نظم و ترتیب قائم کی لیکن اپنی زندگی کا انتشار دور نہ کر سکا"

"جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا
ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا" (۲)

مغرب کی اس مادی، الحادی اور غیر روحانی طرز معاشرت کی بنیادی وجہ خدا فراموشی ہے جس کے تباہ کن اثرات آج پوری دنیا بھگت رہی ہے اور ہر شخص صرف اپنے مفادات کی جنگ لڑ رہا ہے۔ جیسا کہ ندوی ان کی اس کھوکھلی زندگی کی وجوہات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مغربی انسان نے ایک خدا کا دامن چھوڑ کر سینکڑوں خداؤں کا دامن پکڑ لیا۔ایک حقیقی آستانہ سے سر اٹھا کر،جہاں وہ تمام آستانوں سے بے نیاز ہو سکتا تھا، ہر سنگ آستان پر وہ اپنی پیشانی رگڑ رہا ہے۔ایک خدا کو چھوڑ دینے کی سزا خدا کی طرف سے ہمیشہ یہی ملی ہے۔یہ ارباب من دون اللہ بڑی تعداد میں مغرب پر مسلط ہیں اور ساری مغربی دنیا ان کے پنجۂ غضب میں گرفتار ہے۔یہ کہیں سیاسی سردار ہیں، کہیں اقتصادی دیوتا۔"(3)

مغربی نظام تعلیم کے اثرات :

اہل علم حضرات اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ انسانی وجود کی طرح نظام تعلیم بھی اپنی ایک روح اور ضمیر رکھتا ہے، یہ روح اور ضمیر اصل میں اس کی واضعین اور مرتبین کے سوچ و فکر عقائد، تصور حیات، ان کی زندگی کا مقصد، تخلیق کائنات کا مقصد اور ان کے اخلاق کا عکس ہوتے ہیں۔یہی معاملہ مغربی نظام تعلیم کا ہے جیسا کہ ابو الحسن علی ندویؒ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مغربی نظام تعلیم اپنی ایک روح اور اپنا ایک منفرد ضمیر رکھتا ہے، جو اپنے مصنفین و مرتبین کے عقیدے و ذہنیت کا عکس، ہزاروں سال کے طبعی ارتقاء کا نتیجہ، اہل مغرب کے مسلمہ افکار و اقدار کا مجموعہ اور ان کی تعبیر ہے، یہ نظام تعلیم جب کسی اسلامی ملک یا مسلمان سوسائٹی میں نافذ کیا جائے گا تو اس سے ابتداء ذہنی کشمکش، پھر اقتصادی تزلزل ، پھر ذہنی اور بعد میں (الا ماشاء اللہ) ارتداد قدرتی ہے۔"(4)

ذرا آگے چل کر مولاناندوی محمد اسد صاحب کی کتاب (Islam at the Crossroad) کا حوالہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اگر مسلمانوں نے زمانہ ماضی میں علمی تحقیق و تفکر کے کام کو نظر انداز کرکے غلطی کی تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس غلطی کی اصلاح کا طریقہ کار یہ نہیں ہے کہ وہ مغرب کا نظام تعلیم

جوں کا توں قبول کر لیں، ہماری پوری تعلیمی پسماندگی اور علمی بے بضاعتی اس مہلک اثر کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی جو مغرب کے نظام تعلیم کی اندھی تقلید، اسلام کی مخفی دینی طاقتوں پر ڈالے گی، اگر ہم اسلام کے جوہر کو یہ سمجھ کر محفوظ رکھنا چاہتے ہیں کہ وہ ایک مستقل علمی و تہذیبی عنصر ہے ، تو ہمارے لئے ضروری ہو گا کہ ہم مغربی تمدن کے ذہنی ماحول اور فضا سے دور رہیں، وہ فضا جو ہمارے معاشرے اور ہمارے میلانات پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے تیار ہے، مغرب کے طورو طریق اور اس کے لباس و مظاہر زندگی کو قبول کر لینے سے مسلمان آہستہ آہستہ مغرب کے نقطۂ نظر کو قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں گے، خارجی مظاہر کی تقلید اس ذہنی رجحان تک پہنچا دیتی ہے"[5]

مولانا ایک مقام پر استشراق کا مقصد بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"مغربی طاقتوں نے اپنی ذہانت سے بالکل صحیح سمجھا کہ محض فوجی برتری واقتداراور محض سیاسی تنظیم و استحکام اور نئے اور مؤثر اسلحہ وطریق جنگ کافی نہیں، کسی ملک کو مستقل طور پر غلام رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ وہاں کا تعلیم یافتہ اور مثقف طبقہ(Intellectual Class) قوت حاکمہ سے ذہنی طور پر مرعوب ہو،اس کے لیے انہوں نے مستشرقین (Orientalist)کو تیار کیا، بہت کم لوگوں نے اس راز کو سمجھا ہے کہ مستشرقین محض اپنے علمی ذوق کی بنا پر تحقیقی کام نہیں کرتے، استشراق کے پیچھے سیاسی و استعماری مقاصد کام کرتے ہیں۔"[6]

ایک اور مقام پر مولانا مغربی نظام تعلیم کا نتیجہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آج حال یہ ہے کہ جتنا پڑھا لکھا انسان ہے اتنا ہی وہ ڈرنے کے قابل ہے، آج پوری دنیا میں پڑھے لکھے بھیڑیوں کا راج ہے، ایسے بھیڑیوں کا جو دوسرے کے جسموں سے کپڑے اتار لیتے ہیں تاکہ اپنی دیوار کو پہنائیں،جو دوسروں کے بچوں اور یتیموں کے آگے سے کھانا اس لئے کھینچ لیتے ہیں کہ ان کے کتوں کا پیٹ بھر سکے۔بددیانتی، خود غرضی، مطلب پرستی، ، نفس پرستی پر آج کے پورے نظام تعلیم کی بنیاد ہے۔"[7]

اسلامی ممالک میں مغربی نظام تعلیم کا نتیجہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جہاں تک اسلامی ممالک کا تعلق ہے، وہاں یہ کشمکش اور عجیب تضاد بڑے وسیع پیمانے پر اور مختلف سطح پر پایا جاتا ہے۔وہاں ایک طرف حکومت اور جمہور میں کشمکش ہے تو دوسری طرف اعلی تعلیم یافتہ اور کم پڑھے لکھے یا ناخواندہ لوگوں میں رسہ کشی ہے اور تیسری طرف دیندار، آزاد خیال اور ترقی پسند افراد دست و گریباں ہیں ، اور یہ سب نتیجہ ہے اس نظام تعلیم کا جو مغربی ملکوں سے درآمد کیا جا رہا ہے یا مغربی ذہن اور نظام تعلیم کے خطوط پر ان ملکوں میں تیار کیا جا رہا ہے، اور اس کے نتیجے میں ایک ایسی نسل پیدا ہو رہی ہے جو ان عقائد اور حقائق کو پوری طرح ہضم اور قبول نہیں کر پاتی جن پر اس کے معاشرے اور اس امت کی بنیاد ہے، اس لیے یہ نظام تعلیم جس طرح کے خیالات کی آبیاری اس کے دل و دماغ میں کرتا ہے وہ ان حقائق اور عقائد سے کھلے طور پر متصادم ہیں جو اس معاشرہ کے لیے ناگزیر ہیں۔"(8)

بقول علامہ اقبال:

"اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم

ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف"

مولانا کی مرتبہ کثیر کتب، مجالس اور تحریروں میں اسلام کی حقانیت اور عظمت کو اجاگر کرنے، اسلام کی عظمت اور برتری ثابت کرنے، مسلمانوں کو حوصلہ بخشنے، خود اعتمادی دلانے اور دینی جذبہ بیدار کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ اس مقالے میں مولانا ندوی کی کتب اور ان کی تحریرات و تقاریر میں سے ان افکار و نظریات کو واضح کیا گیا ہے، جن سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا عالم اسلام اور امت مسلمہ میں امریکی اور مغربی اثر و نفوذ سے کس قدر رنجیدہ تھے اورپوری زندگی ان سے نجات حاصل کرنے کی بھرپور تلقین کرتے رہے۔مولانا کے لیے یہ بات انتہائی تکلیف دہ تھی کہ مسلمانوں میں مغربی تہذیب اس قدر سرایت کر چکی ہے کہ ہر شعبہ زندگی میں اس کے اثرات دیکھے جا سکتے ہیں:

"افراد میں جاہلی مغربی اخلاق اس طرح سرایت کرتے جارہے ہیں جس طرح درختوں کے رگ و ریشہ میں پانی اور تاروں میں بجلی دوڑ جاتی ہے، اسلامی ممالک میں مغربی مادیت اپنی پوری شان کے ساتھ دیکھنے میں آتی ہے۔ خواہشات نفس کی اندھا دھند پیروی زندگی کی نہ بجھنے والی پیاس اور نہ مٹنے والی بھوک اس قوم میں بھی پیدا ہوتی جا رہی ہے، جس کے نزدیک آخرت کی زندگی

اصل ہے۔مغربی علوم اور تہذیب کے اثر سے آخرت کا خیال روز بروز کم تر ہوتا جا رہا ہے۔ اور حیات دنیا کی اہمیت اور کشش بڑھتی جا رہی ہے۔ اعزاز و فخروجاہ کے حصول میں سربلندی اور سرفرازی کی کوشش میں بلند حوصلہ اور ترقی پسند مسلمان یورپ کے ترقی یافتہ لوگوں کے نقش قدم پر ہے۔ اصول و اخلاق پر فوائد اور مصلحتوں کو ترجیح دینے کا مرض پھیل گیاہے۔"(9)

مسلمانوں کے خلاف اہل مغرب کا پروپیگنڈا:

جب مشرقی تہذیب مغربی تصورات کے زیر اثر آئی تو نہ صرف معاشی و اقتصادی، معاشرتی و سیاسی اور زندگی کے جملہ شعبہ جات میں جہاں زوال کا شکار ہوئی وہاں آج علمی و فکری اعتبار سے بھی زوال کا شکار ہو چکی ہے۔ لوگوں کو ذہنی جمود کا شکار کرنے کا مقصد اسلام کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنا اور اسلام کے خلاف اہل مغرب کی دیگر سازشوں کا مقصد مغربی تہذیب کو اسلامی تہذیب پر غالب کرنا اور اسلامی تہذیب کو ختم کرنا ہے اور اس کے لیے وہ خصوصا تعلیم اور ذرائع ابلاغ کا سہارا لے رہے ہیں۔دوسری طرف عالمی سازش کے تحت بڑے منظم انداز میں مسلمانوں کی زندگیوں سے اسلام کو خارج کرنے کی بھرپور جدوجہد جاری ہے۔ مسلمانوں کو ان کی جدا گانہ تہذیب و ثقافت، مخصوص معاشرت، عائلی قوانین، نظام تعلیم زبان و آداب اور رسم الخط سے الگ کیا جا رہا ہے۔ جیسا کہ مولاناؒ فرماتے ہیں کہ:

"اسلام اور قوانین اسلام کو زندگی سے خارج کرنے کی عمومی سازشیں ہورہی ہیں اور اس کے اثرات کو محو کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ اس دین کو بے اثر کرنے اور اس سے زندگی کے آثار نا پید کرنے کے لیے نئے ہتھکنڈے ایجاد کیے جا رہے ہیں۔اسلام اور قوانین اسلام کو زندگی سے خارج کرنے کی سازشیں بہت باریک بینی اور گہرائی سے عمل میں لائی گئی ہیں اور لائی جارہی ہیں۔۔۔عقلی و ذہنی لحاظ سے دیکھیئے یا عملی لحاظ سے، مقصد یہ ہے کہ مسلمان اپنی اسلامی وایمانی، عملی و اعتقادی ، اخلاقی و تہذیبی ورثہ سے یکسر بے تعلق ہو جائیں اور جس طرح دوسرے مذاہب ہیں، اسلام بھی ایک نام کا مذہب رہ جائے۔جس کے آثار عجائب خانوں اور کتب خانوں تک محدود رہ جائیں۔ عملی زندگی سے اس کا کوئی سروکار نہ ہو۔اسلام کا تشخص ختم ہو جائے اس سازش کی سربراہی مغرب کا سب سے بڑا ملک(امریکہ)اور دنیا کی تسلیم شدہ سب سے بڑی طاقت کر رہی ہے۔"(10)

عالمی طاقتیں خصوصا امریکا مسلمانوں کے ذہنوں سے اسلام کو مٹانے کی ناپاک ونامراد سازش میں مصروف ہے اور ساتھ ہی دوسری طرف اسلام کے خیر خواہوں پر بنیاد پرستی، انتہا پسندی، دہشت گردی اور دقیانوسی وغیرہ کے الزامات عائد کر کے انہیں نیست و نابود کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ ندوی امریکی اور مغربی ممالک کی اس دو رخی سے خبردار کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

"الحاد ولا دینیت کا رجحان جو جدید تعلیم اور مغربی اقتدار کے اثر سے بہت سے مسلمان ممالک اور جدید تعلیم یافتہ طبقوں میں پیدا ہوا ہے۔لیکن ان میں سے کوئی چیز (اپنی وقتی اور مقامی سحر انگیزی اور دلکشی کے باوجود) اسلام کے وجود کے لیے خطرہ اور اس کی زندگی سے خارج کرنے اور ہر طرح کے اثراور کامیابی سے محروم کرنے کے لیے ایک گہری سازش اور بھرپورے عالم اسلام کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت نہیں رکھتی، جتنی امریکہ سے اٹھنے والی بنیاد پرستی اور بنیاد پرستوں(Fundamentalists)کے خلاف نعرہ ، جدوجہد اور ایک منصوبہ بند عالمگیر تحریک و دعوت ہے، جس میں یہودی دماغ، امریکہ اور یورپ کا دینی وعلمی و فکری ، دعوتی سطح پر احساس کمتری(Complex Inferiority)کے دائرہ کی وسعت اور خود مغرب میں اس کی اشاعت و مقبولیت کا خطرہ اور آخر میں روس کے انقلاب کے بعد اسلام اور ایک طاقتور اسلامی دنیا کا (جس میں اسلام کے احیاء اور اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کا جذبہ پایا جاتا ہے، اور اس میں دنیا کے سامنے ایک سحر انگیز نمونہ پیش کرنے کی صلاحیت ہے) مادہ پرست مغرب کے خلاف ایک طاقتور محاذ بن جانے کا خطرہ شامل ہے،اس کا اصل محرک ہے۔"(11)

امریکہ اور دیگر مغربی ممالک اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لئے ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کرنا اپنا استحقاق سمجھتے ہیں۔اس تہذیبی جنگ میں مغرب نے اپنے ہر ادارے کو شامل کر دیا ہے، خواہ وہ مفکرین ہو یا ان کے Think Tank ہو یا این جی اوز ہوں جو پوری دنیا خصوصا مسلم دنیا میں اس تہذیبی و ثقافتی تصادم کا اعلان کر رہی ہیں۔کہ اصل مقابلہ مغربی تہذیب اور اسلامی تہذیب کے درمیان ہے۔آج کے دور میں علمی پروپیگنڈا، ذرائع ابلاغ، تعلیمی نظام، مستشرقین کی تحقیقوں، وفود کی آمد اور ماہرین کے تقرر سے مسلمانوں کو ذہنی طور پر زیر کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ بہت عرصہ سے مسلمانوں کے دین

میں ترمیم کی کوشش کی جارہی ہیں کہ جدت پسندی کے نظریے کو فروغ دے کر اسلامی روایات واقدار کی مضبوط و قدیم عمارت کو منہدم کرنے کی کوشش بھی اسی مہم کا حصہ ہیں۔مولانا ابوالحسن علی ندوی ان مغربی ممالک کی اس تحریک کے بارے میں لکھتے ہیں :

”یہ تحریک جو نشر و اشاعت کے ذرائع، ترغیب و ترہیب، سیاسی و فوجی رشوتوں، وفود کی آمدورفت، بین الاقوامی مجلسوں اور سب سے بڑھ کر خود اسلامی ملکوں کو اس طبقے سے خوفزدہ کرنے کے ذریعے جوان اسلامی ملکوں میں اسلام کو زندگی میں داخل کرنے اور اس کے کام پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتا ہے،پہنچائی اور پھیلائی جا رہی ہیں۔اور خود مسلم و عرب ممالک میں صاحب اقتدار طبقہ ، اور نظام تعلیم اور صحافت واشاعت کے ذرائع پر قابو رکھنے والے طبقہ میں یہ ہراس پیدا کیا جا رہا ہے کے اگر یہ اسلام پسند طبقہ (جس کے لیے بنیاد پرست کی اصطلاح ایجاد کی گئی ہے) کامیاب اور حاوی ہو گیا، تو یہ حکومتوں اور رہنما اداروں کے لیے پیغام موت ہو گا۔ان کو ہر طرح کے اقتدار اور نفوذ و اثر سے محروم ہونا پڑے گا۔بلکہ ان کو ان ملکوں میں زندگی گزارنی بھی مشکل ہو جائے گی، جہاں وہ سیاہ و سفید کے مالک اور مطلق العنان حاکم ہیں۔"[12]

ہندوستان میں انگریز حکومت کی کامیابی اور استحکام کا راز سول سروس کے طبقے اور حکام کی مغربی تربیت، سلیقہ مندی اور اطاعت شعاری میں تھا، انہوں نے اس ملک کا سانچہ بنایا اور سو (100) سالوں تک اس ملک کو اس کے غیر ملکی حکمرانوں کے مقصدو منشا اور مزاج کے مطابق چلاتے رہے۔حکمران طبقہ جن کے بچوں کی تعلیم و تربیت انگریزی ماحول میں ہوئی ہو، وہ ان سازشوں اور لالچوں سے متاثر ہو کر ان مغربی آقاؤں کے ہمنوا بن جاتے ہیں کیونکہ دین سے دوری کی بنا پر وہ دین اسلام کی اہمیت اور افادیت سے نہ آشنا ہوتے ہیں اس حقیقت کو ندوی یوں بیان فرماتے ہیں :

"جس طبقہ کے ہاتھ میں ملکوں کی زمام کار ہے، اسلام پورے طور پر ان کے حلق سے نہیں اترا۔ ان کا اسلام پر ایک دین اور ضابطہ ٔحیات کی حیثیت سے ایسا ایمان نہیں جیسا مغربی اصولوں اور اس کی افادیت پر ہے۔"[13]

ایک دوسرے مقام پر مسلمان حکمرانوں کی خود غرضی، حرص اور بے پرواہی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"مسلمان ممالک کے قائدین اور اہل اقتدار سے کچھ بعید نہیں کہ وہ اپنے حقیر فائدہ یا خواہش کے ماتحت اپنے ملک کو رہن رکھ دیں یا اس کا بیع نامہ کردیں، یا اپنی قوم کو بھیڑ بکریوں کی طرح فروخت کر دیں یا اپنی قوم کو کسی ایسی جنگ میں جھونک دیں جو اس کی مرضی اور مصلحت کے خلاف ہو۔اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ قوم اس کے باوجود بھی ان کی قیادت کا جھنڈا لے کر چلتی رہے۔وہ ان کی زندگی کے نعرے لگائے اور ان کی تعریف میں رطب اللسان رہے۔یہ اس کے سوا اور کس بات کی دلیل ہے کہ قوم کا ضمیر مردہ، اس کے قوائے فکریہ معطل اور وہ شعور کی دولت سے محروم ہے۔"(14)

ہر قوم کا اپنا ایک تہذیبی و ثقافتی تشخص ہوتا ہے۔مگر مغرب کی اندھا دھند تقلید میں مسلمان اپنا امتیازی تشخص بھی کھوتے جا رہے ہیں جس کی نشاندہی ندویؒ کے الفاظ سے یوں ہوتی ہے:

"کسی قوم کو اس کے مخصوص تہذیب و تمدن سے الگ کر دینا، جو اس کے دین و شریعت کے سایہ میں پروان چڑھا ہے اور مخصوص دینی ماحول میں اس کی نشوونما ہوئی ہے، اسے کار زار حیات سے الگ اور عقیدہ و عبادت اور دینی رسوم تک محدود کر دینے، اور اس کے حال کو اس کے ماضی سے کاٹ دینے کے مترادف ہے۔اس طرح وہ تدریجی طور پر اپنے بنیادی عقائد اور مسلک حیات سے بھی الگ ہو جاتی ہے۔ذہنی اور تہذیبی ارتداد کے راستے پر پڑ جاتی ہے اس میں وہی معاشرتی انار کی،خاندانی شیرازہ کی پر اگندگی اور اخلاقی جذام رونما ہوتا ہے۔مے نوشی اور مسکرات کا آزادانہ استعمال شروع ہو جاتا ہے جو مغرب میں اپنے شباب پر ہے۔ جس کا مشاہدہ آنکھ بند کرکے مغرب کی تقلید کرنے والے متعدد اسلامی ملکوں میں بھی ہو رہا ہے۔"(15)

مسلمانوں پر مغربی تہذیب کے اثرات دین سے دوری کا باعث بن رہی ہے۔مولانا ندوی علامہ اقبال کے افکار کے حوالے سے سرمایہ داری اور اشتراکیت (جو کہ اہل مغرب کے دو بڑے اور اہم معاشی نظام ہیں)دونوں کو ملک و ملت کے لیے نقصان دہ قرار دیتے ہیں:

"علامہ اقبال مغربی سوسائٹی کو ایک ایسی سوسائٹی قرار دیتے ہیں، جس کے پیچھے صرف وحشیانہ رسہ کشی کارفرما ہے۔وہ اس کو ایک ایسی تہذیب کہتے ہیں جو دینی اقدار اور سیاسی اقتدار کی کشمکش کی وجہ سے اپنی روحانی وحدت کھوبیٹی ہے۔وہ ایک واقف کار اور مبصر کی حیثیت سے سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں کو شجر مادیت کی دو شاخیں اور ایک ہی خاندان کے دو گھر انے قرار دیتے ہیں، جس میں ایک مشرقی ہے اور ایک مغربی۔لیکن مادی طرز فکر، زندگی اور انسان کے متعلق محدود نقطۂ نظر میں دونوں ایک جان اور دو قالب ہیں۔"(16)

مسلمان اور مغربی تہذیب کے اثرات کا سدباب:

آج پوری دنیا مغربی تہذیب و ثقافت پر اس حد تک فریفتہ ہوچکی ہے کہ ہر انسان مغربی لباس،مغربی وضع قطع اور مغربی طور طریقوں کو اپنانے میں فخر محسوس کرتا ہے۔مسلمانوں کی اکثریت اسلام کی ارفع تعلیمات پر توجہ دینے کے بجائے غیروں کے طور طریقے اختیار کرتی ہے۔مغربی تہذیب و ثقافت اور اس کا تمدن ہمارے سماج اور گھریلو معاملات پر بھی بری طرح اثر انداز ہو رہا ہے۔اس کی وجہ سے ہمارے کھانے پینے کا،پہننے اوڑھنے کا، اٹھنے بیٹھنے کا، بات چیت کا، سوچنے سمجھنے کا انداز ہی بدل گیا ہے۔حالانکہ نبی کریم ﷺ کے وہ ارشادات جو کفار و مشرکین سے مشابہت کی ممانعت میں وارد ہوئے ہیں۔(17) ان کے پیچھے بھی یہی حکمت کار فرما تھی کے مسلمانوں کے لیے اپنی تہذیب و ثقافت سے جڑا رہنا ازحد ضروری ہے۔ ارشادات نبویؐ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ اس بات کو سخت ناپسند کرتے تھے کہ کوئی مسلمان اسلامی تہذیب و ثقافت کو چھوڑ کر کفار کی نقل کرے یا ان کی مشابہت اختیار کرے۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات دین فطرت اور تمام سابقہ ادیان کا مرقع ہے اسی وجہ سے اللہ تعالی نے جب اپنے پیارے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا تو ان کی عظمت کا اعلان یوں کیا:

"هُوَ ٱلَّذِيٓ أَرۡسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلۡهُدَىٰ وَدِينِ ٱلۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ وَلَوۡ كَرِهَ ٱلۡمُشۡرِكُونَ"(18)

"وہی اللہ ہے ,جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا, تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے خواہ (یہ بات) مشرکوں کو گراں ہی گزرے۔"

پھر دوسری جگہ دین اسلام کے اپنے امتیازی تشخص کو برقرار رکھنے کے لئے ارشاد فرمایا گیا:

"إِنَّ ٱلدِّينَ عِندَ ٱللَّهِ ٱلْإِسْلَٰمُ"(19)

"بلاشبہ دین اللہ کے ہاں اسلام ہی ہے-"

ابوالحسن ندوی دین اسلام کی عظمت و وسعت کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اسلام کی خود اپنی ایک دنیا ہے جس میں مشرق و مغرب، عرب و عجم، قریب و بعید اور قدیم وجدید کی کوئی تقسیم نہیں۔مشرق و مغرب کی سرحدیں اور عرب و عجم کی امتیازات کبھی صفات الٰہی کی طرح ازلی و ابدی نہ تھے ، جو کوئی تغیر قبول نہ کر سکیں۔خدا کا بے لاگ قانون فطرت، ایک دوسرے پر اثر انداز اور غالب ہوتا رہا ہے اور کرتا رہے گا۔خدا کے آسمانی پیغام اور دین انسانیت کا انحصار کسی ملک اور تہذیب پر نہیں ہے۔" (20)

ملت اسلامیہ کے نوجوانوں کو جو مغربی تہذیب سے بہت زیادہ متاثر ہیں اور شدید احساس کمتری میں مبتلا ہو کر صرف اور صرف مغربی تہذیب ہی کو کامیابی، سر بلندی اور ترقی کا ذریعہ سمجھ کر ان کی اندھی تقلید کرتے ہیں۔علامہ محمد اقبال ان سے مخاطب ہو کر انہیں متنبہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
ان کی جمعیت کا ملک و نسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تیری" (21)

ما سبق میں یہ بات واضح کر دی گئی کہ مسلمانوں میں مغربی تہذیب کے اثرات بڑی حد تک سرایت کر چکے ہیں اور مغربی تہذیب ہمارے سماج اور گھروں کے چھوٹے چھوٹے معاملات پر بھی پوری طرح اثر انداز ہورہی ہے۔زندگی کے تمام شعبہ جات سے ان اثرات کو زائل کرنا یا آئندہ کے لئے ان کا سدباب کرنا ایک انتہائی مشکل اور اہم کام ہے۔مشکل اس لیے کہ آج اہل مغرب کو تقریبا پوری دنیا پر سیاسی،

اقتصادی، سائنسی و معاشی غلبہ حاصل ہے اور تمام دنیا کے وسائل اور ذرائع ابلاغ پر تقریبا انہی لوگوں کا کنٹرول ہے۔یہ باآسانی سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ ثابت کر دیتے ہیں۔اہم اس لیے کہ آج پوری دنیا میں مسلمانوں کی اکثریت ذہنی وفکری الحاد وارتداد سے متاثر ہو رہی ہے اور ان کے معاملات سے دین اسلام کی ارفع تعلیمات نکلتی جا رہی ہیں اور یہ دنیا میں اپنا اسلامی تشخص کھو رہے ہیں۔

طوفان مغرب کو روکنے کا راستہ:

مغربی تہذیب کے اثرات اسلامی تہذیب و تمدن کے لیے خطرہ کی گھنٹی ہے لیکن اس کے سدباب کی کوشش وقت کی اہم ضرورت ہے۔جیسا کہ ابو الحسن ندوی فرماتے ہیں:

"اس مسئلے کا حل،خواہ وہ کتنا ہی دشوار نظر آ رہا ہوں اور صبر آزما اور وقت طلب ہو، اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس نظام تعلیم کو از سر نو ڈھالا جائے اور اس کو امت مسلمہ کے عقائد، زندگی کے نصب العین، مقاصد اور ضروریات کے مطابق بنایا جائے اور اس کے تمام اجزاء سے مادیت، خدا سے سرکشی، اخلاقی و روحانی قدروں سے بغاوت اور جسم و خواہشات کی پرستش سے نکال کر پوری انسانیت پر شفقت کی روح اس میں جاری وساری کر دی جائے، اس مقصد کے لئے زبان و ادب سے لے کر فلسفہ اور علم النفس تک،اور علوم عمرانیہ سے لے کر اقتصادیات اور معاشیات تک صرف ایک روح پیدا کرنا ہوگی ، مغرب کے ذہنی غلبہ اور تسلط کا خاتمہ کرنا ہوگا،اس کی قیادت و امامت کا انکار کرنا پڑے گا، اس کے علوم و نظریات،علمی تحلیل اور تجزیہ اور بے لاگ تنقید کا مسلسل اور جرأت مندانہ ردعمل ظاہر کرنا ہوگا اور یہ ثابت کرنا ہوگا کہ مغرب کی کامیابیوں اور پیش قدمیوں نے انسانی تہذیب کو کتنا بڑا نقصان پہنچایا ہے۔

اس کے علوم کے ساتھ مواد خام کا سامعاملہ کرنا ہوگا اور اس سے وہ چیزیں تیارکرناہوں گی جو ان قوموں اور ملکوں کی اپنی ضروریات،رجحانات اور ان کے عقیدہ و تہذیب سے ہم آہنگ ہوں ۔اس راہ میں اگرچہ بہت سے سنگ گراں ہیں اور نتائج بھی بہت تاخیر سے ظاہر ہو سکتے ہیں لیکن تجدد پسندی، آزاد خیالی اور مغرب کی ذہنی غلامی کی اس طوفانی موج کو روکنے کا یہی واحد طریقہ ہے۔"(22)

انگریزی نظام تعلیم سے جو مقاصد اہل مغرب کے تھے آج وہ پورے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کیونکہ مسلمانوں کے تعلیمی ادارے مغربی نظام تعلیم کی اندھی تقلید کر رہے ہیں وہ نظام تعلیم جو کہ لادینیت، زمانہ پرستی،قوم پرستی اور دیگر مادی بنیادوں پر قائم ہے۔اسی وجہ سے پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں:

"میری نگاہ میں مغربی قوتوں کا سب سے مؤثر حملہ جس میدان میں ہوا وہ تعلیم کا میدان ہے، یہاں حملے کی زد میں فکر و نظر، ایمان و ایقان، آداب اور تہذیب و تمدن غرض ہر وہ چیز جو ہماری شناخت ہے اور جس میں ہماری بقا کا راز ہے۔برطانوی فوجوں کو سرزمین پاک و ہند سے ایک دن رخصت ہونا پڑا لیکن میکالے کے تعلیمی نظام نے جس بگاڑ کو جنم اور پروان چڑھایا اس کی گرفت آج بھی ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی پر قائم ہے اور ہم آزاد ہونے کے بعد فی الحقیقت آزاد نہیں۔"(23)

ندوی ایک دوسرے مقام پر مسلمانوں کو جرأت دلاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایسا متوازن فکر رکھنے والا مرد کامل کون ہوگا؟

"وہ عالی دماغ ، حوصلہ مند انسان، جو مغربی تہذیب اور اس کے تمام نظریات ،انکشافات اور قوتوں کے ساتھ خام مال (Raw Material) کا سا معاملہ کرے اور اس سے ایک نئی طاقت اور تہذیب کی عمارت تعمیر کرے، جو ایک طرف ایمان،اخلاق،تقوی،رحم دلی اور انصاف پر قائم ہو۔دوسری طرف اس میں اس کی مخصوص ذہانت، قوت ایجاد اور جدت فکر جلوہ گر ہو،وہ مغربی تہذیب کو اس نظر سے نہ دیکھے کہ وہ تکمیل اور ترقی کے آخری مراحل سے گزر چکی ہے اور اس پر آخری مہر لگ چکی ہے اور اب اس میں کسی ترمیم و اضافے کی گنجائش نہیں ہے اور اس کو جوں کا توں اس کے سارے عیوب کے ساتھ قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے بلکہ وہ اس پر علیحدہ علیحدہ اجزاء کی حیثیت سے نظر ڈالے، جس چیز کو چاہے رد کرے اور جس چیز کو چاہے اختیار کرے،اور پھر اس سے زندگی کا ایسا ڈھانچہ تیار کرے جو اس کے مقاصد، اس کے عقیدے، مبادی اور اصول و اخلاق کے ساتھ ہم آہنگ ہو۔"(24)

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے امت مسلمہ کو جس طرح مغربی تہذیب کے مضر اثرات سے بچنے کی تلقین کی اور مسلمانوں کو اپنے دین اسلام کے ساتھ وابستگی کا درس دیا۔ ان کی اصلاح و تربیت کا جو فریضہ سر انجام دیا وہ لائق صد تحسین ہے۔ان کی زندگی دعوت الی اللہ، خدمت اسلام اور اشاعت خیر کے لئے ایک جہد مسلسل سے عبارت تھی۔اللہ تعالی ہمیں اور تمام امت مسلمہ کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے اور ان کی مساعیٔ جمیلہ کو قبول فرمائے اور انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔(**آمین**)

ذرائع ابلاغ اور مغربی تہذیب کا فروغ:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ لوگوں کا بیشتر وقت ذرائع ابلاغ کی صحبت میں گزرتا ہے۔اس لیے ذرائع ابلاغ انسان کی عملی زندگی پر ضرور اثر انداز ہوتے ہیں۔پہلے معلومات کا کام صرف اخبارات و رسائل انجام دیتے تھے جب کہ آج الیکٹر انک میڈیا کا دور ہے۔یہ مسلمانوں کا المیہ ہے کہ ان کا میڈیا خواہ پرنٹ ہو یا الیکٹرانک مغربی تہذیب کے تسلط کا شکار ہے۔یہ عصر حاضر کی ایک تلخ حقیقت ہے کہ ذرائع ابلاغ خواہ کسی بھی شکل میں ہوں،پوری طرح اہل مغرب اور یہودیوں کے کنٹرول میں ہے ۔ یہ طبقہ ٹی وی اور انٹرنیٹ وغیرہ کی مدد سے جو مخصوص افکار و خیالات پھیلا رہے ہیں وہ ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔اہل مغرب کا منتہائے مقصود یہی ہے کہ مغربی تہذیب و ثقافت، مغربی اقتصادی نظام، مغربی زبان و لباس ہر چیز کو مسلمان ممالک میں عام کر دیا جائے تاکہ ان کا رشتہ ان کی اپنی اسلامی تہذیب و ثقافت سے ٹوٹ جائے۔

جیسا کہ ڈاکٹر محمد وسیم صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"خدا بیزار، مادہ پرست اور لادینی افکار سے مسلح مغربی میڈیا کا سیلاب ترقی پذیر ممالک اور خصوصا مسلم معاشروں کی تہذیب و ثقافت کی جانب بڑھتا اور امنڈتا چلاآ رہا ہے ۔یہ سیلاب اخبارات و رسائل کے علاوہ ریڈیو، ٹیلی ویژن، ڈش انٹینا، وی سی آر ، ویڈیو کیسٹ، کیبل نیٹ ورک اور کمپیوٹرو انٹرنیٹ کے ذریعے ہماری سماعتوں اور بصارتوں کو نشانہ بنا رہا ہے۔ اسی یلغار کو فی زمانہ مغربی تہذیبی وثقافتی یلغار کا نام دیا گیا ہے۔ کیونکہ مغرب کے ترقی یافتہ ممالک دور جدید کے معمار ہیں۔اس لیے وہ تعلیم و صنعت اور معیشت کے علاوہ تہذیب و تمدن کے میدان میں بھی اپنا تسلط قائم کرنا چاہتے ہیں۔اور اپنی شیطانی تہذیب کو مسلمانوں کے پاکیزہ تہذیب پر غالب کرنے کے لیے کوشاں ہیں تاکہ مسلمانوں کے طرز زندگی اور ذوق جمالیات کو مسخ کرکے مغرب کے آزادانہ طرز زندگی کو مسلم معاشروں میں فروغ دے سکیں۔"(25)

ڈاکٹر اعجازاحمد صاحب اپنے ایک تحقیقی مضمون میں لکھتے ہیں:

"موجودہ ذرائع ابلاغ نے ہماری اولادوں کے اخلاق و کردار کو تباہ کر دیا ہے، آج ٹی وی، ڈش، کیبل وغیرہ کے تمام تفریحی پروگراموں میں ایک بات جو بار بار نظر آتی ہے وہ ہے مرد

عورت کے قصے جو عشق پر مبنی ہیں۔مختصر دورانیے کے ڈرامے ہو یا مسلسل سیریز، حتی کہ بچوں کے کارٹونوں میں بھی جنس مخالف کی طرف کشش کا عنصر دکھایا جاتا ہے۔گویا یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ انسانی زندگی کا مقصد صرف یہی ہے۔"[26]

دوسری طرف تلاش معاش کی خاطر اور آزادی کے بہانے عورت کو گھر سے نکال کر، پردے سے آزاد کر کے،مساوات مرد و زن کی تحریکوں سے مسحور کرکے اسلامی معاشرت کے بنیادی ادارے"خاندان کے نظام کو تباہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔امن،محبت،آزادی،انصاف اور رواداری جیسے دلفریب نعروں کی طرح یورپ کا ظاہر بہت خوبصورت ہے مگر آزادی نسواں، حقوق نسواں، مساوات مرد و زن جیسے بلند و بانگ نعروں سے ایک بھیانک باطن ظاہر ہوتا ہے جسے یورپ بطور ہتھیار استعمال کرتے ہوئے اسلامی دنیا پر پوری شدت سے حملہ آور ہے۔اسلامی معاشرے کی جڑیں کھوکھلی کرنے میں جس قدر کام اس ہتھیار نے کیا ہے شاید ہی کوئی دوسرا ہتھیار ایسا کر سکا ہو۔ہر مسلم ملک کے خلاف اس ہتھیار کو استعمال کیا جا رہا ہے۔کہیں یہ معاملہ آگے جاچکا ہے اور کہیں ذرا پیچھے۔بہرحال رخ ایک ہی ہے یعنی آزادئ نسواں، مساوات مرد و زن،عورت کا ترک پردہ اور ترک خانہ۔"[27]

آج اگر مسلم معاشرے میں شعائر اسلامی سے روگردانی پائی جا رہی ہے۔تو اس جوہر میں کمی کی ایک بڑی وجہ مغربی میڈیا یامغرب کا پوری دنیا کی میڈیا پر تسلط ہے۔کیونکہ اسلام کی تہذیبی روایات کو ختم کرنا ہی مغرب کا اصل ہدف ہے ۔اور مغرب ذرائع ابلاغ کے ذریعے اس ہدف کو حاصل کر رہا ہے۔اصل کمزوری ہماری اور ہمارے حکمرانوں کی ہے کہ ہم نے اسلام دشمنوں کے پراپیگنڈے کے جواب کے لئے کوئی لائحۂ عمل ترتیب نہیں دیا، نہ ہی ہم نے ایسی پالیسی بنائی جو اس صورت حال کا مقابلہ کر سکے۔اندھا دھند نقالی سے ہماری حالت زیادہ بگڑ گئی ہے۔لہٰذا اس سلسلے میں ہمیں توجہ کرتے ہوئے کوئی ایسی میڈیا پالیسی ترتیب دینی چاہیے کہ جس کا مقصد اسلامی تشخص کا احیاء و بقاء ہو۔

تجاویز و سفارشات

مسلمانوں میں مغربی تہذیب کے اثرات بڑی حد تک سرایت کر چکے ان اثرات کا ازالہ اور سدباب مکمل طور پر کرنا تقریباً ایک ناممکن سی بات ہے جب تک مسلمانوں کو سیاسی،معاشی و اِقتصادی غلبہ حاصل نہ ہو البتہ ان اثرات کو کم کیا جا سکتا ہے۔جس کی تدبیر کچھ اس طرح سے ہو سکتی ہے۔

(1)۔عوام میں مذہبی و سیاسی شعور پیدا کیا جائے تاکہ وہ اپنے لیے ایسا حکمران منتخب کرے جو دین دار ہونے کے ساتھ ساتھ سابقہ اور موجودہ اقوام کے عروج و زوال کی تاریخ پر گہری نظر رکھتا ہوں۔

(2)اسلامی ممالک کے پڑھے لکھے ,بااثر و رسوخ اور اہل اقتدار(حکمران) طبقہ کی اسلامی تعلیم وتربیت کا اہتمام کیاجائے تاکہ جب ملک کا اقتدار ان کے ہاتھوں میں آئے تو یہ اپنے سمیت اپنی قوم کو اہل مغرب کی ذہنی غلامی سے نکال سکیں۔

(3)اسلامی ممالک کے نظام تعلیم کا جائزہ لیا جائے اور اسے از سر نو مرتب کیا جائے،یا پھر' خذ ماصفا ودع ما کدر 'کے قانون پر عمل کیا جائے۔اس کا مزید طریقہ کار مسلمان مفکرین اور دانشوروں کے مشوروں اور تجاویز سے طے کیا جائے ۔

(4)۔عصری تعلیم دینے والی جامعات میں امت مسلمہ کے نوجوانوں کی اسلامی تربیت کی جائے وہ سیرت سازی کا کام کرے اور ایسے صاحب علم افراد تیار کرے جو اپنے ضمیر کا سودا نہ کریں، جن کو دنیا کی کوئی طاقت، کوئی تہذیبی فلسفہ،کوئی غلط دعوت و تحریک کسی دام خرید نہ سکے ۔وہ اپنی زندگیاں حق وصداقت اور علم و ہدایت کی خاطر قربان کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار ہوں۔

(بیان کردہ چاروں نکات کی طرف مفکر اسلام مولانا ابوالحسن ندوی، علامہ اقبال،مولانا مودودی، اور دیگر بزرگان دین کی کتب اور تقریروں میں اشارات ملتے ہیں)

(5)۔مسلمان ممالک میں خصوصاً ان افراد کی اسلامی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا جائے جو کسی حد تک ذرائع ابلاغ سے منسلک ہیں اور انہیں اسلامی ذرائع ابلاغ کے اصولوں سے آگاہ کیا جائے۔

(6)۔مسلمانوں میں سے اہل ثروت حضرات کو چاہیے کہ وہ دین اسلام کی نشر و اشاعت، احیاء اور بقا کے لئے ایسے ٹی وی چینلز کی ابتداء کرے جس میں اسلامک سکالرز کے ذریعے عوام الناس تک دین کی صحیح تفہیم و تشریح پہنچائیں۔اور ان کے دلوں میں اسلامی تہذیب و ثقافت سے جڑا رہنے کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے انہیں ان کی صحیح تاریخ سے آگاہی فراہم کریں۔

(7)۔تعلیم میں ثنویت (دینی اور عصری) کا خاتمہ کر کے ماہرین کے مشورے سے ایک ایسا نصاب مرتب کیا جائے جو دین و دنیا کا جامع ہو۔

(8) انفرادی طور پر یہ کوشش کی جاسکتی ہے کہ ہر خاندان یا گھر کا سربراہ اپنی اولاد کی دینی تعلیم و تربیت کا خوب اہتمام کرے۔ اپنے خاندان یا گھر کے دن بھر کے معاملات کا جائزہ لیتے ہوئے حکمت و بصیرت سے مغرب سے برآمد شدہ اثرات کا ازالہ اور سدباب کرے۔ نیز مسلمانوں کو چاہئے کے اپنے اسلامی نظریہ حیات سے مضبوطی سے جڑے رہیں اور اسی کو دنیاوی ترقی و اخروی نجات کا واحد ذریعہ سمجھیں۔

(9)۔ ہر اسلامی ملک کو چاہیے کہ وہ سرکاری اور غیر سرکاری اداروں میں اپنی قومی زبان، لباس و وضع قطع کو رواج دے۔

(10)۔ انفرادی سطح پر والدین بچوں کو پنی اسلامی تہذیبی و ثقافتی تعلیمات سے آگاہ کریں اور دوسری طرف اجتماعی سطح پر حکومت ایسے پروگرامز پر پابندی عائد کرے جو اسلام کے تہذیبی و ثقافتی تعلیمات کے منافی ہیں اور ایسے پروگرامز کا انعقاد کروائے جو اسلامی ثقافت کو اجاگر کریں۔ نیز ہمارے علماء و مفکرین حضرات ہماری تہذیب و ثقافت کو دینی تعلیمات سے ہم آہنگ کر کے اس طرح سے پیش کریں کہ نوجوان نسل کا زیادہ سے زیادہ رجحان اسلامی ثقافتی تعلیمات کی طرف ہو تاکہ نوجوان نسل کا اپنی تہذیب و ثقافت پر اعتماد بڑھے اور علمی و فکری پختگی حاصل ہو۔

قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔ جن میں ہمارے 'الف' سے لے کر 'ے' تک، جینے کے طریقوں سے لے کر عائلی قوانین تک، سیاست سے لے کر سماجیات تک، اخلاق سے لے کر معاشیات و معاشرت تک کہ تمام طریقوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ آخر میں اس خصوصی دعا کے ساتھ بات ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالی ہمیں اپنے نظریہ حیات پر قائم رکھے، صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے اور ہمیں اتنی قوت عطا فرمائے کہ ہم ان تمام فتنوں کا مقابلہ کر سکیں۔ **(آمین)**

مصادر و مراجع

۱۔ ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، معرکۂ ایمان و مادیت، کاکوری آفیسٹ پریس مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنؤ، ص ۱۴-۱۵

Nadwī, Abū al-Hassan Mawlānā, Ma'arkah Īmān O Mādiyyat, Lakhn'aw: Majlis Teḥqīqāt wa Nashriyāt e Islam, pp.14-15

۲۔ ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، پیام انسانیت، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنؤ، طباعت دوم، 1991ء، ص ۳۸

Nadwī, Abū, al-Hassan, Mawlānā, Payām e Insāniyat, Lakhn'aw: Majlis Teḥqīqāt wa Nashriyāt e Islam, 3rd Edition, ء1991, p. 38

(نوٹ: پیام انسانیت: ندویؒ کی پانچ تقریروں کا مجموعہ ہے جسے محمد غیاث الدین ندوی نے مرتب کرنے کا اہتمام کیا ہے۔)

۳۔ ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، کاروان مدینہ، مکتبہ اسلام مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ، طباعت پنجم 1994ء، ص ۹۶

Nadwī, Abū, al-Hassan, Mawlānā, Kārwān e Madina, Lakhn'aw: Majlis Teḥqīqāt wa Nashriyāt e Islam, 5th Edition, 1994 p. 96

۴۔ ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، مجلس نشریات اسلام، کراچی، س-ن، ص ۲۴۴

Nadwī, Abū, al-Hassan, Mawlānā, Muslim Mumālik mein Islamiyat or Magribiyat ki Kashmakush, Karachi: Majlis Nashriyāt e Islam, p. 244

۵۔ نفس مصدر، ص ۲۴۶، بحوالہ: محمد اسد، (Islam at the cross road)، ص ۱۰۰

Ibid, p. 246, /M. Asad (Islam at the Cross Road) p. 100

۶۔ ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، یورپ، امریکہ اور اسرائیل، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ، س-ن، ص ۱۵-۱۶

Nadwī, Abū, al-Hassan, Mawlānā, Euorope, America awr Israeel, Lakhn'aw: Majlis Teḥqīqāt wa Nashriyāt e Islam, pp. 15-16

۷۔ ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، تکبیر مسلسل، مرتب: ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی، پاریکھ آفیسٹ پرنٹنگ پریس مکتبہ دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش، لکھنؤ، ص ۳۰۶

Nadwī, Abū, al-Hassan, Mawlānā, Takbeer e Musalsal, Uter Perdesh: Parikh Officet printing Press, p. 306

(تکبیر مسلسل مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے خطبات صدارت اور تقریروں کا چالیس سالہ مجموعہ ہے جو کہ انھوں نے ۳۱/دسمبر ۱۹۵۹ء تا ۳۱/دسمبر ۱۹۹۹ء تک دیئے۔)

۸۔ ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، خطبات علی میاں، مرتب: محمد کاظم ندوی، مکتبہ ایوب کاکوری، لکھنؤ، ستمبر ۲۰۰۴ء، ج۶، ص ۳۶۹

Nadwī, Abū, al-Hassan, Mawlānā, Kutbāt e 'Alī Miān, Lakhn'aw: Ayūb Kākōrī Lakhna'w, 2004, vol 6, p. 369

۹۔ ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، انسانی زندگی پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، مجلس نشریات اسلام، کراچی، س-ن، ص ۳۲۱

Nadwī, Abū, al-Hassan, Mawlānā, Insānī Zindagī per Musalmānū kay 'Urūj O Zawāl kā Athar, Karachi: Majlis Nashriyāt e Islam, p. 321

۱۰۔ ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، کاروان زندگی، مکتبہ اسلام، لکھنو، طباعت اول ۱۹۹۹ء، ج۷، ص ۶۶

Nadwī, Abū, al-Hassan, Mawlānā, Kārwān e Zindgī, Lakhn'aw: Maktaba Islam, 1st Edition, 1999, vol. 7, p. 66

۱۱۔ نفس مصدر، ج ۵، ص ۲۰۷-۲۰۸

Ibid, vol. 5, pp. 207-208

۱۲۔ کاروان زندگی، ج۵، ص ۲۰۸-۲۰۹

Ibid, vol. 5, pp. 208-209

۱۳۔ نفس مصدر، ج۱، ص ۳۸۹

Ibid, vol. 5, pp. 207-208

۱۴۔ انسانی زندگی پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، ص ۳۴۳

Insānī Zindgī per Musalmānū kay ‘Urūj O Zawāl kā Athar, Karachi: Majlis Nashriyāt e Islam, p. 343

۱۵۔ ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، دستورِ حیات، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، کاکوری آفیسٹ پریس لکھنؤ، ۲۰۰۸ء

Nadwī, Abū al-Hassan Mawlānā, Dastūr e Ḥayāt, Lakhn’aw: Kakori Officet Press, 2008

۱۶۔ مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، ص ۱۱۶

Muslim Mumālik mein Islāmiyat or Magribiyat ki Kashmakush, p. 116

۱۷۔ السجستانی، ابوداود، سلیمان بن اشعث، دار السلام للنشر والتوزیع، ریاض، ۱۹۹۹ء، حدیث ۳۷۱۲

Al-Sajjastānī, abū Dā’ūd Sulaymān ibn Ash’ath, Riyaḍh: Dār al-Salām, 1999, Ḥadīth 3712

۱۸۔ القرآن ۹: ۳۳

Al-Qur’an, 9:33

۱۹۔ القرآن ۳: ۱۹

Al-Qur’an, 3:19

۲۰۔ ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، طوفان سے ساحل تک، مجلس نشریات اسلام، کراچی، س-ن، ص ۳۳

Nadwī, Abū al-Hassan Mawlānā, Tūfān sē Sāhil Tak, Karachi: Majlis Nashriyāt e Islam, p. 33

۲۱۔ اقبال، علامہ محمد، ڈاکٹر، کلیات اقبال اردو، پاکستان: اقبال اکیڈمی، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۲۷۷

Iqbāl, ‘Allāma Doctor, Kulliyāt e-Iqbal Urdu, Pakistan: Iqbal Academy Lahore, 2007, p. 277

۲۲۔ خطبات علی میاں، ج ۶، ص ۳۷۱

Kutbāt e ‘Alī Miān, vol. 6, p. 371

۲۳۔ خورشید احمد، پروفیسر، نظام تعلیم، روایت اور مسائل، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد، س-ن، ص ۷

Kurshīd Aḥmed, Prof., Nizām e Ta’līm, Riwāyit awr Masā’l, Institute of Policy Studies, Islamabad, p. 7

۲۴۔ مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، ص ۲۷۷-۲۷۸

Muslim Mumālik mein Islāmiyat or Magribiyat kī Kashmakush, pp. 277-278

۲۵۔ ڈاکٹر، محمد وسیم شیخ، ذرائع ابلاغ اور اسلام، مکہ پبلی کیشنز، لاہور، فروری ۲۰۰۳ء، ص ۳۴

Waseem Sheikh Dr. M., Zarā’ Iblāgh awr Islām Lahore: Makkah Publications, 2003, p. 34

۲۶۔ اعجاز احمد، ڈاکٹر، پاکستان میں تحریک استشراق کے نفوذ اور ان کے عوامل، ششماہی دینی تحقیقی مجلہ القلم، جلد ۲۱، شمارہ ۱ (۲۰۱۶ء)، ص ۳۰۲-۳۱۹

‘Ijāz Aḥmed, Dr., Pakistan mein Tehrīk e Istishrāq kē Nufūz awr is kē ‘Awāmil, biannual Religious Research Journal, al-Qalam, Vol. 21, Issue 1, 2016, p. 319-320

۲۷۔ نفس مصدر، ص ۳۰۵

Ibid, p. 305